

موجودہ تر کی صرف اور صرف کمال اتنا ترک کی بدولت ہے!

باسفورس کے کنارے پر ان گنت کیفے ہیں۔ مہنگے سے مہنگے اور او سط سے او سط۔ بتایا گیا کہ سمندر سے بالکل متصل ایک قدیم ساریسٹورنٹ ہے جو صرف مچھلی پیش کرتا ہے۔ ہم سب نے فیصلہ کیا کہ رات کا کھانا اسی ریسٹورنٹ میں کھائیں گے۔ بتانا ضروری ہے کہ ہم سب میں کون کون شامل تھے۔ رانا صاحب اور انکی اہلیہ، فرش گوندی صاحب اور انکی بیگم صاحبہ اور یہ طالب علم۔ پانچوں کا باہمی فیصلہ بالکل ٹھیک نکلا۔ ہبیت کے حساب سے یہ بے حد دلچسپ کیفے تھا۔ سبزیوں کے بڑے بڑے حقیقی ماڈل پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ سیر ہیوں کے ساتھ ساتھ پیاز اور دیگر سبزیوں کے محیر العقول نمونے ایستادہ تھے۔ پوری دنیا سے سیاح یہاں مچھلی کھانے آتے ہیں۔ ہوٹل سے تقریباً چالیس منٹ دور تھا۔ بہر حال اتنی اعلیٰ ذاتہ والی مچھلی بہت کم ملتی ہے۔

پچھلا ہفتہ استنبول میں گزر۔ سرکاری طور پر متعدد بارترکی جانے کا اتفاق ہوا۔ مگر ذاتی حیثیت میں پہلی بار گیا تھا۔ سرکاری وفد میں ترکی یا کسی بھی ملک جانا، بالکل یکساں ہوتا ہے۔ گھسی پٹی بریفنگز، موجودہ حکومت کی تعریفیں اور تقریباً ایک جیسے معاملات۔ تھوڑی دیر میں، بلکہ چند لمحوں کے بعد انسان کی توجہ بوجھل سی ہو جاتی ہے۔ میں سوچنا شروع کر دیتا تھا کہ کب یہ قیمتی لغو با تین ختم ہو گئی اور کب اگلی جگہ جائیں گے۔ قدیم عمارت بھی تقریباً ایک ہی طریقے سے دکھائی جاتی ہیں۔ ایک فالتو قسم کا گائد جو کسی بھی عمارت کو انسانی تہذیب کیلئے ناگریز ثابت کر سکتا ہے۔ ذہنی ہتھوڑے مار مار کر معلومات فراہم کرتا ہے۔ ایسی معلومات جو آپ فوری طور پر بھول جاتے ہیں۔ سرکاری وفد میں بیرون ملک جاناحد درجہ بوریت، نہیں یہ لفظ مناسب نہیں، مگر ایک جیسی اکتاہٹ کا باعث بن جاتا ہے۔ تازہ ہوا کے جھونکوں کے بغیر ایک ایسا سفر جس میں انسان کئی بار شہروں کے نام تک بھول جاتا ہے۔ مگر اس بار میرے پاس ایک فکری اور ذاتی آزادی تھی۔ فکری آزادی کو اب بہت زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ کیونکہ سرکاری گھٹی گھٹی نوکری میں ذہن کو کھلا رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔ جو سرکاری ملازمین اپنے ذہن کو آزادی سے استعمال کرنے کی جسارت کرتے ہیں، انہیں بہت جلد ناپسندیدگی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ دراصل سرکاری ملازمت میں سوچنا ایک ایسا جرم ہے جسکی سزا آپکو فوراً مل جاتی ہے۔ پوری دنیا میں ملازمت کے "غلامی" والے وہی اصول ہیں جو ہمارے ہاں مر جب ہیں۔ شائد انہیں بیس کا فرق ہو۔

ترکی کے سیاسی، معاشری اور معاشرتی حالات بے حد اضطراب میں ہیں۔ بہت سے لوگوں سے ذاتی سطح پر سچائی کے ساتھ بات کرنے اور سننے کا موقع ملا۔ ترکی اس وقت طیب اردوگان کی مکمل گرفت میں ہے۔ وزیراعظم ہو یا صدر ہو، حکومتی اختیارات صرف اور صرف اردوگان کے اردو گردو ہوتے ہیں۔ ترکی پر اس آہنی گرفت کے فوائد اور نقصانات برابر کے ہیں۔ اردوگان نے اپنے اقتدار میں صرف ایک گر آزمایا ہے۔ وہ ہے کہ عوامی فلاں کیلئے وہ منصوبے بناؤ، جو عام لوگوں کو نظر آتے ہیں۔ یعنی اردوگان نے Optics کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ اسی وجہ سے بہترین سڑکیں، پل، شاہراہیں، ہوٹل اور جدید ترین انفراسٹرکچر موجود میں آیا ہے۔ قطعاً انہیں کہہ سکتا، کہ یہ بین الاقوامی معیار کا ہے۔ کیونکہ بہر حال ترکی، ابھی مغربی ممالک سے ہر طرح کافی پیچھے ہے۔ بہترین انفراسٹرکچر بنانے کی ترکیب محترم

شہباز شریف بھی ترکی سے ہی لیکر آئے تھے۔ مگر ایک بنیادی فرق بھول گئے یا نظر انداز کر گئے۔ اُرڈگان نے وفاداری، اہلیت اور کرپشن پر منی فارمولاتر ترتیب دیا۔ کرپشن کے الزامات ترکی کی "حکومتی فیملی" پر ثبوتوں کے ساتھ لگائے گئے ہیں۔ اسکے بعد میں میڈیا، پریس، اخبارات، آزاد سوچ والے صحافی اور ادارے، تمام کے تمام زیرِ عتاب لائے گئے۔ گرفتاریاں، پھانسیاں، تکالیف پہنچا پہنچا کر ترکی کے حکومتی گروہ نے ہر طرح کی مخالف آواز ختم کر دیا ہے۔ پولیس اور فوج میں یہ عمل آج بھی جاری و ساری ہے۔ خیر، اس پرمزید بات کرنا بیکار ہے۔ کیونکہ وہاں کے حالات تبدیل نہیں ہو گئے۔ تکالیف وہ حقیقت یہ بھی ہے کہ ہمارے حالات خراب کے خراب رہنگے۔ مگر محترم شہباز شریف، اس درامدی اصول میں ایک چیز منہا کر گئے اور وہ تھی اہلیت۔ پنجاب ماؤں میں وفاداری، کرپشن اور نااہلی کو بنیاد بنا دیا گیا۔ اسی وجہ سے ملکی خزانے کو حد درجہ نقصان ہوا اور یہ نقصان آج تک جاری ہے۔ صرف اور صرف پروپیگنڈے کے زور پر نااہلی کو اہلیت میں بدلنے کی کوشش کی گئی ہے جو بہر حال زینی حقوق سے کوسوں دور ہے۔

بات ترکی کی ہو رہی تھی۔ ایک دن کچھ فرصت تھی۔ گونڈی صاحب کی سربراہی میں ہیگیہ صوفیا جانے کا خوبصورت اتفاق ہوا۔ رانا صاحب کیونکہ کئی بارنا در جگہ دیکھ چکے تھے۔ اسلیے اس تاریخی عجوبہ کو دیکھنے کیلئے ہم دوہی صحرانور ہوتے۔ 537 میں بننے والا چرچ، ایک ہزار سال تک کرہ ارض پر سب سے بڑی عبادت گاہ رہی۔ اسے جٹھیں اول نے بنایا تھا۔ "صوفیا" بنیادی طور پر قدیم یونانی زبان میں "عقل و دانش" کو کہتے ہیں۔ اسے دراصل God of Wisdom یعنی خدا کی دانش سے مسلک کیا گیا تھا۔ اسکی تاریخی اہمیت بے انتہا ہے۔ 1453 میں مسلمان حاکم، فاتح محمد نے قسطنطیلیہ پر حملہ کیا۔ ہزاروں برس سے شکست سے نا آشنا دنیا کا عظیم شہر، مسلمان فوجوں کے سامنے ڈھیر ہو گیا۔ ماضی کے مسلمان حکمرانوں کی طرزِ حکومت کے تدبیر کو دیکھیے۔ اس عظیم اثاثے کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیا گیا۔ صرف اور صرف اسکے چاروں طرف فنِ تعمیر کے بہترین نمونے یعنی مینارتعمیر کیے گئے۔ کسی ابتری کے بغیر اسے مسجد بنا دیا گیا۔ کیتھیر ڈل کے اندر تمام نوادرات کو اصل حالت میں محفوظ رکھا گیا۔ چرچ کو دینی بیکھتی کی ایک ایسی مثال بنا دیا گیا جس میں دنیا کے عظیم مذاہب نے ایک دوسرے کے ساتھ زندہ رہنا سیکھا۔ 1935 میں ترک قائد، کمال اتاترک نے اس عظیم عمارت کو میوزیم بنادیا۔ یہ فیصلہ انتہائی دور رس اور زبردست تھا۔ ترکی کو اس سے بے حد سماجی اور معاشری فائدہ ہوا۔ او سط لگائی جائے تو صوفیہ کو دیکھنے کیلئے بیس سے تیس لاکھ سیاح سالانہ آتے ہیں اور اس شہر کا روکدیکھنے کے بعد ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ کیتھیر ڈل میں اوپر جانے کیلئے جس طرح کا قدیم طریقہ اپنایا گیا تھا، دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ دراصل یہ سیڑھیاں ہیں ہی نہیں۔ چھوٹے اور بڑے پتھروں کو اس طرح جوڑا گیا ہے کہ آہستہ آہستہ انسان اپر کی طرف جانا شروع ہو جاتا ہے۔ اور چڑھتے وقت ذہن میں خیال اُبھرا کہ ان پتھروں کو اگر زبان مل جائے تو یہ کیا کیا زرخیز اور اچھوتے راز بتائیں گے۔ کون کون سی شخصیات، ان پتھروں پر حلقتی رہی ہیں، ان ناموں سے یہی پتھروں اوقاف ہیں اور کوئی بھی تاریخِ دن نہیں۔ ویسے تاریخِ صرف اور صرف فاتح لکھواتے ہیں۔ شکست کھانے والے فریق کاچ تو ویسے ہی مٹا دیا جاتا ہے۔ ہاں، صوفیہ کی بالائی منزل سے اُترنے والے راستے میں پرانی سیڑھیاں موجود ہیں۔ دیواروں پر بازنطینی بادشاہوں نے سونے سے مزین نقش و نگار بنوائے ہیں۔ مسلمان بادشاہوں نے تمام اسلامی مقدس نام، بڑی بڑی گول پلیٹوں پر لکھوا کر دیواروں پر مزین

کر دیے ہیں۔ صوفیہ، واقعی بین المذاہب ہم آہنگی کی ایک اچھوتی مثال ہے۔ سیاحوں کی قطار میں لگی ہوئی تھیں۔ عمارت کے باہر، یونانی زبان سے مزین، مینار، پرانی عمارتوں کے بڑے بڑے نکٹرے اور جانوروں کی تصاویر سے مزین پتھروں کے مہیب تودے ہر طرف موجود ہیں۔ ویسے انسان سوچ تواب تک دنیا میں کتنی کتنی عظیم سلطنتیں، بادشاہ، شہنشاہ، سلطان اور خلفاء حکومت کرتے رہے ہیں۔ ان بڑے لوگوں کا ذکر تو پھر بھی مل جاتا ہے۔ مگر عوام کا ذکر کہیں بھی نہیں ملتا۔ قدیم ترین زمانے سے اب تک عام آدمی کا والی وارث کوئی نہیں ہے۔ صنعتی اور یورپ کے فکری انقلاب کے بعد، مغربی ممالک کی حد تک اچھی سہولتوں کو عوام تک کامیابی سے پہنچایا گیا ہے۔ مگر تاریخ اور حال صرف حکمرانوں ہی کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

ترکی کے معاشی حالات کافی حد تک دباؤ میں ہیں۔ ڈالر کے مقابلے میں انکی کرنی بہت زیادہ گراوٹ کا شکار ہے۔ شرح ترقی بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔ مگر آج بھی ترک حکمران حدر جہے عمدہ طریقے سے معاشی بحران سے نکلنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ مستقبل میں یہ مشکلات بڑھ سکتی ہیں۔ مرکزی نکتہ یہ ہے کہ سیاحت نے ترکی کو معاشی استحکام دے رکھا ہے۔ تقریباً تیس سے پنیس بلین ڈالر صرف اور صرف سیاح ترکی کی معیشت کو سالانہ دیتے ہیں۔ سیاحت مقامی معیشت کا ایک مضبوط ترین ستون ہے۔ اب عرب سے سیاح زیادہ آتے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے شہری اس جگہ آنے سے کتراتے ہیں۔

سماجی طور پر ترکی بے حد مستحکم ہے۔ دس سے بیس فیصد خواتین سر کو اسلامی طریقے سے ڈھانپتی ہیں۔ سر پر سکارف مذہبی ہے کہ نہیں۔ اس پر مسلمان علماء کا اجماع نہیں ہے۔ لیکن مسلمان ملک ہونے کے باوجود ترکی مکمل طور پر آزاد روشن پر چل رہا ہے۔ نائٹ کلب، شراب اور مغربی طرز کی تفریح ہر جگہ موجود ہے۔ کسی بھی چیز پر کوئی پابندی نہیں۔ آپ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو مسجد پلے جائیے۔ اگر شام کو نگین بنانا چاہتے ہیں تو کسی بھی بار میں بیٹھ جائیے۔ مذہب اور جدید طرزِ زندگی کا یہ توازن ہمارے ملک میں موجود نہیں ہے۔ 1977 کے بعد تو خیر، ہمارے ملک میں ریاستی سطح پر شدت پسندی کو عروج دلوایا گیا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے۔ پوری دنیا میں کوئی بھی ہمارا دوست نہیں ہے۔ ایک دو ممالک ذاتی وجوہات کی بنا پر ہمارے ساتھ کھڑے ہیں۔ ترکی کوقدامت سے نکالنے والا صرف اور صرف ایک لیڈر ہے اور وہ ہے کمال اتابرک۔ وہی عظیم آدمی، جسکی یوم وفات پر قائد اعظم نے برصغیر میں ایک دن کے سوگ کا اعلان کیا تھا۔ ترکی، صرف اور ہی مصطفیٰ کمال کی بدولت تبدیل ہوا ہے اور اسے فکری آزادی اور برتری حاصل ہوئی ہے۔ ہمارے جیسے مشکل معاشروں میں کمال اتابرک جیسا عظیم لیڈر پیدا ہونا ناممکن ہے! یقین نہیں آتا تو تمام مسلمان معاشروں کو کھنگال کر دیکھ لیجئے۔ شاکد یقین آجائے!

رأو منظر حیات